سے پہلی صورت بے شبہ خود کشی، اپنے ساتھ حد درجہ ناانصافی اور ایک جمہوری طرز زندگی کی شدید رسوائی ہے تو اب لامحالہ دوسری ہی صورت باقی رہ جاتی ہے، مگر یہ کیونکر ہو؟ اور اس کی عملی شکل و تدبیر کیا ہے؟ یہ وقت کا نہایت اہم اور پیچیدہ ضروری سوال ہے اور اسی سوال کے کامیاب حل پر اس ملک کا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کے مستقبل کا دارومدار ہے۔

اے دل یہ سُلگنا کیا، جلنا ہی تو جل بھی اُٹھ   دم گھُٹنے لگا ظالم! کیا دھونی رمائی ہے

دلّی یونیورسٹی کے اردو ڈپارٹمنٹ کی ابھی عمر ہی کیا ہے؟ اور خصوصاً اس زبان کی پروفیسر شپ کو ابھی دو برس ہی ہوئے ہیں۔ مگر اس مختصر مدّت میں بھی شعبہ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ ایک شعبہ کے فخر اور اس کی بقا و ترقی کی ضمانت کے لئے کافی ہیں۔ شعبہ میں مختلف اہم موضوعات پر ریسرچ کا کام بھی خوش اسلوبی اور باقاعدگی کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اردوئے معلّیٰ کے نام سے ایک بلند پایہ تحقیقاتی مجلہ بھی شائع ہو رہا ہے۔ مختلف اہم موضوعات پر تقریروں اور مباحثہ و مذاکرہ کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ بیرونی ملکوں کے طلبا اور طالبات کو بھی اردو کی تعلیم دی جارہی ہے، اردو زبان کے نادر مخطوطات جو دوسرے ملکوں کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں اُن کے فوٹو یا نقل حاصل کر کے اُن کی تصحیح و اشاعت کا کام بھی ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں شعبہ کی طرف سے حال ہی میں اعظم الدولہ مسرور کا تذکرہ "عمدۂ منتخبہ" اور فضلی کی "دہ مجلس" یہ دو کتابیں بڑے اہتمام سے چھاپی گئی ہیں اور یکم اپریل کو دلّی یونیورسٹی کی ایک خاص تقریب میں وائس چانسلر نے انہیں وزیراعظم جواہر لال نہرو کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا ہے۔ پنڈت جی نے اس موقع پر تقریر کی اس میں حسب عادت اردو کی لسانی اور ادبی اہمیت پر روشنی ڈالی اور شعبۂ اردو کی مساعی کی تحسین فرمائی۔

پھر شعبہ کی کوششوں کا دائرہ صرف یونیورسٹی تک محدود نہیں ہے بلکہ شہر میں بھی زبان اور اس کے ادب کا ذوق پیدا کرنے اور عوام میں اس کی تعلیم عام کرنے کے سلسلہ میں بھی اصحاب شعبہ کی طرف سے قابل قدر سرگرمیاں جاری ہیں اور اُن سے خاطر خواہ نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ یہ سب کام دلّی یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور شعبۂ اردو کے ارکان، ان سب کے باہمی اشتراک و تعاون اور